”حلالہ کا شرعی واطلاقی پہلو“ اکیسویں صدی کا ایک نامور ناول "نادیدہ بہاروں کے نشان" کے تناظر میں ایک تحقیقی مطالعہ

“The Legal (sharia) and Practical Perspective of Halala A Research Study in the context “Signs of Hidden Springs” a famous novel of the 21st Century

منیرہ خانم* شاافروز**

ISSN (P) 2664-0031 (E) 2664-0023
DOI: https://doi.org/10.37605/fahmiislam.v6i2.386

Received: July 26,2023
Accepted: September 15, 2023
Published: December,2023

Abstract

Shaishta Fakhri's novel 'Nadidah Baharon Kay Nashan' delves into societal norms affecting women, highlighting their unfair treatment due to men's selfish actions. She shines a light on the way things are in society and how it leads to the unfair treatment of women. She shows how women often find themselves in difficult situations because of the selfish and cruel actions of men. In Islam, if a woman has been divorced properly, she can't be forced to marry her ex-husband again in the future. The idea of Halala (remarrying an ex-husband) means that a woman is starting a new chapter in her married life, and this can only happen if she agrees to it. So, it's not required for a woman to go back to her ex-husband after a divorce. In this novel, it challenges this idea, and the woman in the story decides to live her life independently, without relying on a man. She chooses not to go through the process of marriage again.

The novel tells us that the Halala can deeply hurt a woman's self-esteem. That's why she decides not to give the man another chance to hurt her.

Keywords: Halal,Talaq, Mugliza, Jaez, istehsal, Mashera-

ادب کا زندگی سے تعلق ایسا ہی ہے جیسا انسانی جسم کا روح کے ساتھ ہے۔ روح جسم سے الگ ہو بھی جائے تو جو کچھ جسم پر گزرے گی روح اسے واقف ہو گی۔ اسی طرح ادب بھی زندگی سے الگ ہو کر

* پی ایچ ڈی اسکالر، ڈیپارٹمنٹ آف اردو، جامعہ کراچی۔ medhatastori@gmail.com (Correspondence Author)
** اسسٹنٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف اردو، جامعہ کراچی۔ zahidi@uok.edu.pk

اظہار و ابلاغ نہیں کر سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ادب کی تمام اصناف زندگی کی ترجمانی کرتی ہیں۔ خاص طور پر اور اگر بات کی جائے افسانوی ادب کی تو ناول وہ واحد صنف ہے جو زندگی کی حقیقتوں کو بھرپور انداز میں پیش کرتا ہے۔ اور مقصد کے بیان کے ساتھ ساتھ اپنے عہد کے معاشرے کی سچی تصویر کشی بھی کرتا ہے۔ اور اگر اکیسویں صدی کو اردو ناول کی صدی کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا کیوں کہ اس صدی کے ابتدائی دو عشروں میں اردو کے ممتاز ناول نگاروں نے گرانقدر ناول تخلیق کیے ہیں اور ملکی اور بین الاقوامی سطح پر آنے والی تبدیلیوں کو اپنی تحریروں کا موضوع بنایا ہے۔ اس صدی کے ناول نگاروں نے بے شمار موضوعات کا احاطہ کیا ہے جیسے مذہبی فرقہ واریت، سیاسی تشدد، معاشی ابتری، نفسیاتی مسائل، ذہنی الجھنیں، نوجوان نسل کی مشکلات، معاشرے میں پھیلتی ہوئی عریانیت اور بے راہ روی، والدین کی صارفیت، طبقہ نسواں کے حقوق ، عورتوں پر ہونے والا جبر اور ظلم و ستم، لڑکیوں کی پیدائش، لڑکیوں کی تعلیم، معاشی حالت، جنسی تشدد، غربت، مفلسی، ناآسودگی، جہالت، سماجی و معاشی گھٹن، طبقاتی کشمکش و استحصال، ناول نگاروں نے بڑی جرات کے ساتھ ساتھ ان موضوعات کو اپنی تحریروں کا حصہ بنایا ہے۔ شاید ایسی لیے ورجینا وولف نے کہا تھا ” ناول میں اتنی جگہ ہوتی ہے کہ ناول نگار اس میں ہر چیز سمو سکتا ہے؛[1] اکیسویں صدی کے ان دو عشروں میں لکھے جانے والے ناولوں میں صنفی استحصال بھی اہم موضوع رہا ہے۔ بلکہ یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا کہ جتنی دنیا نے ترقی کی ہے اتنے ہی عورت کے استحصال کے راستے ہموار ہوئے ہیں۔ ڈاکٹر اسلم جمشید پوری لکھتے ہیں۔ " اکیسویں صدی میں اخلاقی قدروں پر بھی زوال میں شدت آئی ہے رشتوں میں شگاف پڑنے لگے ہیں وحشت و بربریت میں لڑکی اور خاتون کی عصمتیں تار تار ہوتی رہیں گریلو تشدد نام کی نئی نئی لفظیات سامنے آتی رہی۔ عورت گھر نہ باہر کہیں بھی محفوظ نہیں۔ اسے گھر کے اندر اپنے سگے رشتہ داروں پر بھی یقین نہیں رہا۔"[2] خواتین کے مسائل پر جہاں مرد ناول نگاروں نے قلم اٹھایا وہی پر خواتین ناول نگاروں نے بھی پوری جرات کے ساتھ عورتوں کے مسائل کو پیش کیا ہے۔ جیسے ترنم ریاض، ثروت خان، طاہرہ اقبال۔ منزہ سلیم۔ صادقہ نواب سحر، اور شائستہ فاخری۔ ہمارا موضوع چونکہ شائستہ فاخری کا ناول ”نادیدہ بہاروں کے

نشاں'' کا تحقیقی جائزہ لینا ہے جس میں انھوں نے حلالہ کی معاشرے میں رائج صورت حال اور اس کے نتیجے میں خواتین کے استحصال کو پیش کیا ہے--لہٰذا مقالہ ہذا کو شائستہ فاخری اور انکے ناول پر گفتگو تک محدود رکھا جائے گا ۔شائستہ فاخری بطور شاعرہ، افسانہ نگار، ناول نگار، اور مترجمہ کی حیثیت سے ادبی افق پر جانی جاتی ہیں، اصل نام شائسہ ناز ہے اتر پریش کے علاقے سلطان پور سے تعلق رکھتی ہیں۔آل انڈیا ریڈیو الہ آباد میں سینیر اناوئسر ہیں۔شائستہ کا تعلق صوفی گھرانے سے ہے۔ شائستہ فاخری نے چونکہ خانقاہی ماحول میں پرورش پائی تھی اس لیے دینی تہذیب وتمدن سے آگاہی تو تھی مگر خواتین کی آزادی کا تصور نہ تھا۔خانقاہ میں آنے والی خواتین کے مسائل ،ان کی مظلومیت کی داستانوں کو سن کر شائستہ فاخری کو خواتین سے نہ صرف ہمدردی ہوئی بلکہ انھوں نے عورتوں کے حق میں آواز اٹھانے کی ٹھان لی اور کہانیاں لکھنا شروع کی۔ شائستہ اپنی تحریروں کے بارے میں لکھتی ہیں۔

'' جس وقت قلم میرے ہاتھ ہیں ہوتا ہے اس وقت میں صرف اور صرف ایک عورت ہوتی ہوں۔ایسی عورت ہوتی ہوں۔ایسی عورت جو اپنے آپ چھپانا یا پوشیدہ رکھنا نہیں چاہتی بلکہ اپنا گریباں پھاڑ کر اپنے اندر کے سچ کو باہر لانا چاہتی ہے اور سامنے والے کا گریبان چاک کرکے اسے اس کا سچ دکھانا چاہتی ہے،،

3

شائستہ کے افسانوں کے پانچ مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔نادیدہ بہاروں کے نشاں، اور صدائے عندلیب بر شاخ شب، شائستہ فاخری کے تخلیق کردہ ناول ہیں ۔ حلالہ کے موضوع پر ان کا ناول،، نادیدہ بہاروں کے نشاں ،،میں طلاق اور پھر حلال کی کیفیت کو بیان کیا ہے۔کہ کس طرح ایک الٰہی حکم کا ہمارے معاشرے میں غلط فائدہ اٹھایا جاتا ہے اور اس کے ذریعہ کا عورت کا استحصال کیا جاتا ہے۔ عورت کی مظلومیت اور بے بسی کو بیان کرتے ہوئے اس کا سبب مرد کی انانیت اور خود غرضی کو قرار دیا ہے--ڈاکٹر شہاب ظفر اعظمی لکھتے ہیں۔

"مصنفہ نے ایک نازک مسئلے (حلالہ) کو بڑی بے باکی اور سچائی کے ساتھ اس ناول میں برتا ہے۔ یہ ناول نہ صرف عورت کی ناقدری، مظلومیت اور اس کے جذبہ ایثار کو پیش کرتا ہے بلکہ مردوں کو ان کے جابرانہ رویے کے تعلق سے دعوت احتساب بھی دیتا ہے۔ناول کے مرکزی کردار علیزہ کا درد یہ ہے کہ اس نے دو مردوں کے آگے خود کو برہنہ کیا ہے، دونوں مرد اس کے اپنے تھے اور دونوں عریاں تھے۔علیزہ اپنے شوہر کے شک اور تنگ مزاجی سے مجبور ہو کر اپنی ذات میں محصور ہو جاتی ہے اور ایک دن تقدیر اسے اپنے دیور کے ساتھ حلالہ کرنے پر مجبور کر دیتی ہے۔اس کا دماغ دو حصوں میں منقسم ہے ناف کے اوپر کے حصے پر دماغ کی حکمرانی ہے تو ناف کے نیچے بھوگ کی۔ تکمیلیت کہیں نہیں ہے۔ناول ایک بڑا سوال اٹھاتا ہے کہ اگر خطا مرد کی ہے تو سزا عورت کیوں جھیلے ؟،،[4]

حلالہ اسلام میں نکاح کی ایک قسم ہے جس میں ایک مرد اگر اپنی بیوی کو تین طلاق دیں اور اپنی زوجیت سے فارغ کر دیں۔ پھر وہ عورت کسی اور مرد سے شادی کر لیں اور پھر وہ مرد مر جائے یا اس عورت کو طلاق دیں تو وہ عورت اگر چاہیں تو اپنے سابقہ شوہر سے دوبارہ نکاح کر لیں۔ مگر کیا ہمارے معاشرے میں اس حکم پر اسی طرح عمل کیا جاتا ہے۔ کیا عورت حلالہ کرنے کے لیے خوشی سے راضی ہو جاتی ہے۔ خود طلاق کی صورت میں عورت کس عزت سے گزرتی ہے پھر اس کو حلالہ کے عمل سے بھی گزارا جائے۔ عورت کے اس استحصال کا ذمہ دار کون ہے ۔ شائستہ فاخری نے عورت کی ایسی مظلومیت کو پیش کیا ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر جمشید اسلم پوری لکھتے ہیں۔

''نادیدہ بہاروں کے نشاں،، ایک خوبصورت ناول اور عمدہ ناول ہے جو عورت کو موضوع بنا کر لکھا گیا ہے۔ ایک عورت کس طرح مظالم کا شکار ہوتی رہتی ہے ۔ شوہر کے مظالم، طلاق پر دکھوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ چھوڑ جاتے ہیں۔ دوسری شادی کرب کی شروعات پھر اگر معاملہ حلالہ کا ہو تو ہر طرح سے عورت ہی مظلوم ہوتی ہے۔ شائستہ فاخری نے فنی مہارت، اسلوب کی دلکشی اور موضوع کے تقاضے کے مطابق کہانی پیش کی ہے۔"[5]

اسلامی معاشرے میں نکاح کے بعد مسلمان مرد اور عورت ایک دوسرے کے زندگی بھر کے ساتھی بن جاتے ہیں اور ایک ایسا مقدس رشتہ قائم ہو جاتا ہے جس کو قرآن مجید نے ایک دوسرے کا لباس قرار دیا ہے پاکیزہ محبت اور حقیقی الفت پر مبنی ایک عظیم رشتہ معرضِ وجود میں آتا ہے جس میں تمام تر مفادات سے بالاتر ہو کر مرد اور عورت ایک دوسرے کے دکھ درد کے ساتھی بن جاتے ہیں مرد اپنے دائرے پر جدوجہد کرتا ہے اور بیوی اپنے دائرے پر جدوجہد کرتے ہوئے اپنے گھر کو تحفظ فراہم کرتی ہے تاہم بعض اوقات اس عظیم رشتے میں دراڑیں پڑ جاتی ہیں اور الفت و محبت کی جگہ نفرت اور کدورت آجاتی ہے معاملات بگڑ جاتے ہیں اور طلاق تک نوبت آجاتی ہیں۔ چونکہ اسلامی معاشرے میں طلاق کا اختیار مرد کے پاس ہے اس لیے اکثر اوقات دیکھا گیا ہے کہ مرد معمولی معمولی باتوں پر عورت کو طلاق دے دیتے ہیں ۔ جس کی وجہ سے گھر برباد ہو جاتے ہیں۔ بچے تباہ جاتے ہیں اور پھر جب وہ پچھتاوے کی آگ میں جلتے یہ مرد اپنی سابقہ بیوی سے رجوع کرنا چاہتے ہیں تو سلسلے میں میں اللہ تعالی نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے۔" فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ۗ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۗ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ۔"[6] "پھر اگر اس نے (تیسری مرتبہ) طلاق دے دی تو اس کے بعد وہ اس کے لئے حلال نہ ہو گی یہاں تک کہ وہ کسی اور شوہر کے ساتھ نکاح کر لے، پھر اگر وہ (دوسرا شوہر) بھی طلاق دے دے تو اب ان دونوں (یعنی پہلے شوہر اور اس عورت) پر کوئی گناہ نہ ہو گا اگر وہ (دوبارہ رشتۂ زوجیت میں) پلٹ جائیں بشرطیکہ دونوں یہ خیال کریں کہ (اب) وہ حدودِ الٰہی قائم رکھ سکیں گے، یہ اللہ کی (مقرر کردہ) حدود ہیں جنہیں وہ علم والوں کے لئے بیان فرماتا ہے۔"[7] حلالہ کے مسئلے کو قرآن مجید نے صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے رجوع کرنا چاہیے تو پہلے اور دوسرے طلاق کے بعد رجوع کرنے کا پورا پورا حق رکھتا ہے تاہم تیسری طلاق کے بعد شرعی اعتبار سے یہ حق سلب ہو جاتا ہے وہ اب دوبارہ اپنی مطلقہ بیوی کی طرف رجوع نہیں کر سکتا ہے۔ فقہی اعتبار سے اس طلاق کو طلاق مغلظہ کہا جاتا ہے۔

فقہی اعتبار سے تین طلاق کے مفہوم میں علماء مختلف الرائے ہیں تاہم تین طلاق کے صادق آنے کے بعد اگر بیوی کسی اور مرد کے ساتھ شادی کرتی ہے اور کسی وجہ سے اس سے شادی منقطع ہو جاتی ہے تو اس صورت میں وہ عورت اپنے پہلے والے شوہر کے نکاح میں آسکتی ہے قرآنی اصطلاح میں اسی کو حلالہ کہا جاتا ہے۔

"اگر یہ عورت اپنی مرضی سے نکاح کی تمام شروط کو پورا کرتے ہوئے (کسی اور مرد سے) شرعی نکاح کرتی ہے اور اس کے ساتھ زندگی گزارنے کا قصد کرتی ہے اور ان دونوں میں ازدواجی تعلق بھی قائم ہو جاتا ہے، مگر کسی بناء پر ان دونوں میں ناچاقی ہو جاتی ہے اور دونوں کا نباہ نہیں ہو سکتا اور ان دونوں میں جُدائی ہو جاتی ہے تو وہ عدت گزارنے کے بعد پہلے خاوند کے لیے حلال ہو گی۔"[8] احناف کے بعض اکابر علماء نے حلالہ کی جو تعبیر پیش کی ہے اس سے بعض اوقات عورت کی توہین و تذلیل کے مواقع فراہم ہوتے ہیں۔ حنفی تعبیرات میں سے ایک تعبیر کی تشریح یوں کی گئی ہے۔

"عقد نکاح سے پہلے ہی دوسرے شوہر کو سمجھادیا جائے کہ عورت اپنے پہلے شوہر کے پاس جانا چاہتی ہے اوراس کے ہاں پہلے شوہر سے کچھ اولاد بھی ہے جن کی تربیت بخیر و خوبی پہلے شوہر اوراس کے ذریعے ہی ہو سکے گی اور پہلے شوہر کے نکاح میں جانے اور بچوں کی صحیح تربیت کرنے کا ذریعہ شوہَرِ ثانی سے نکاح اور ہمبستری کے سوا کچھ نہیں ہے، تو اگر ان حالات میں شوہَرِ ثانی اندونوں (شوہَرِ اول اور اس عورت) کی پریشانی کو حل کرنے کی نیت سے اس عورت سے نکاح کرلے اور یہ نکاح حلالہ کی شرط پر نہ کیا جائے (یعنی ایجاب وقبول کے وقت حلالہ کی شرط نہ لگائی جائے بلکہ نارملالفاظ میں ایجاب وقبول ہوں اگرچہ دل میں ارادہ حلالہ کا ہو) اور نہ ہی اس پر شوہَرِ اَوّل سے اجرت لی جائے اور پھر بعدِ نکاح، ہمبستری کرکے اس کو طلاق دے تاکہ وہ عورت عدت گزار کر اپنے پہلے شوہر سے نکاح کرلے اور بچوں کی صحیح طور پر پرورش کرسکے تو یہ شوہَرِ ثانی اس طرح کرکے ان دونوں (شوہَرِ اَوّل اور عورت) کی خیر و بھلائی چاہنے کی وجہ سے ثواب کا مستحق قرار پائے گا۔"[9]

حلالہ کے اس شرعی مفہوم میں علماء اسلام کا اختلاف نہیں ہے لیکن حلالہ کا رائج العمل طریقہ اس سے مختلف ہے جس میں عورت کو دوسرے مرد سے نکاح میں اس نیت کے ساتھ دیا جاتا ہے تاکہ وہ نکاح کرے اور اپنی نفسانی خواہش کو پورا کرے اور پھر طلاق دے تاکہ وہ پہلے والے شوہر کے لئے حلال ہو جائے ۔اس طرح نہ صرف عورت کی تذلیل کی جاتی ہے بلکہ اس کی عزت نفس کو مجروح کرنے کے ساتھ ساتھ ایک الٰہی حکم کا مذاق بنایا جاتا ہے۔برصغیر کے مسلمانوں نے حیلے بہانوں سے حلالہ کا یہ طریقہ رائج رکھا ہوا ہے حالانکہ شریعت نے اس فعل شنیع کی مذمت کی ہے بلکہ حضرت محمد مصطفے ﷺ نے اس عمل پر لعنت بھیجی ہے۔جیسے کہ عبد اللہ بن مسعود سے روایت موجود ہے۔"رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ " لَعَنَ اللّٰهُ الْمُحَلِّل، والْمُحَلَّلَ لَه" حلالہ کرنے اور کروانے والے پر لعنت ہے۔"[10]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ وہ عورت کسی اور مرد سے شادی کریں اور پھر وہ مر جائے یا وہ اس کو طلاق دے دے تو یہ عورت سابقہ شوہر سے نکاح کرنے کے لئے حلال ہو جاتی ہے۔لیکن اگر شادی محض اس نیت سے کرائی جائے کہ وہ طلاق لے کر سابقہ شوہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کرلیں تو یہ صحیح نہیں ہے۔جبکہ دیکھا جائے تو حلالہ کا جو مفہوم ہمارے معاشرے میں رائج ہے اس سے تو یہی معنی لیا جاتا ہے کہ ایک ایسا نکاح کرایا جائے کہ اگلے ہی دن اس عورت کو طلاق ہو اور پھر عدت کے بعد سابقہ شوہر سے نکاح کرایا جائے۔ اس حوالے سے مولانا سید ابو الاعلی مودودی لکھتے ہیں۔

"احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی مطلقہ بیوی کو اپنے لیے حلال کرنے کی خاطر کسی سے سازش کے طور پر اس کا نکاح کرائے اور پہلے سے یہ طے کریں کہ وہ نکاح کے بعد اسے طلاق دے دے گا تو یہ سراسر ایک ناجائز فعل ۔ ہے ایسا نکاح نکاح نہ ہو گا۔ محض ایک بدکاری ہو گی اور ایسے سازشی نکاح وطلاق سے عورت ہر گز اپنے سابق شوہر کے لئے حلال نہ ہو گی۔حضرت علی اور ابن مسعود اور ابو ہریرہ اور عقبہ بن عامر کی متفقہ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طریقے سے حلالہ کرنے اور حلالہ کروانے والے پر لعنت فرمائی ہے۔"[11]

سورہ بقرہ کی آیت نمبر 230 کے ذیل میں حلالہ کی پوری بحث ہوتی ہے اور اس آیت کے استنباط میں علماء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے جس کی وجہ سے عورت کا حلالہ کے ضمن میں استحصال ہو رہا ہوتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے سورہ البقرہ کی اس آیت کے ذریعے عورت کو تحفظ دیا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عورت کو بہترین انداز میں تحفظ دینے کے ساتھ ساتھ ایسے مردوں کے لیے سزا بھی رکھی ہے جو عورت کو محض ایک چیز سمجھتے ہوئے اس کو جب چاہے چھوڑ دیتے ہیں اور جب چاہے واپس لے آتے ہیں۔ یہاں مرد کی عزت پر کاری ضرب ہے کیوں کہ کوئی بھی مرد اپنی عورت کو بآسانی کسی دوسرے مرد کے حوالے نہیں کر سکتا ہے۔ اور جب مرد عورت کو طلاق دیے گا اور پھر رجوع کرنا چاہے گا تو وہ عورت جس کو دوسروں سے پردے میں رکھتا تھا اس عورت کو کسی اور مرد کے حوالے کرنا پڑے گا جو اس کی غیرت کے خلاف ہو گا۔۔ اگر واقع اس رشتے کو نبھانا ممکن نہ ہو تو وہ الگ مسئلہ ہو گا۔ لیکں بات بات پر عورت کو طلاق کی دھمکی دینے والے مرد کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس طریقے کو منتخب کیا ہے تا کہ وہ عورت کو طلاق دینے سے پہلے سو بار سوچیں۔ مگر عام معاشرے میں مشاہدہ کیا جائے تو صورت حال مختلف نظر آتی ہے۔ مرد اس اس معاشرے میں حلالہ کو مردوں کے فائدے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ جہاں عورت محض ایک کٹھ پتلی کے طور پر استعمال ہوتی ہے۔ طلاق اور حلالہ کے عمل سے گزرنے والی عورت کے مصائب و مشکلات اور استحصال کو شائستہ فاخری نے بڑے سلیقے سے بیان کیا ہے۔ شائستہ فاخری نے "نادیدہ بہاروں کے نشاں"۔ میں ایک یتیم لڑکی علیزہ کی داستان کو پیش کیا ہے۔ علیزہ کا اس کی بیمار ماں کے علاوہ دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ اس کی ماں بستر مرگ پر ہے۔ علیزہ انتہائی نفیس، شریف، باکردار اور اعلی تعلیم یافتہ لڑکی ہے مگر بڑھتی عمر اور تنہائی کی وجہ سے زندگی کی رنگنیوں سے محروم ہے۔ علیزہ کالج میں بطور لائبریرین ملازمت کرتی ہے۔ اس کی ماں کے مرنے سے پہلے اس کا رشتہ اس کے دور پرے کے رشتے داروں مرزا فیملی میں ان کے بیٹے فرحان مرزا کے ساتھ طے ہوتا ہے۔ مگر رخصتی سے پہلے ماں کا انتقال ہو جاتا ہے اور علیزہ اپنے ہونے والے سسرال کے سہارے رہ جاتی ہے۔ کیونکہ علیزہ کا اور کوئی رشتہ دار نہیں ہے اس لیے وہ حالات کے ہاتھوں

کٹھ پتلی بن جاتی ہے اس کو وہی کرنا ہوتا ہے جو اس کے سسرال والے کہتے ہیں۔"امی کے جاتے ہی علیزہ کی زندگی آزاد ہو چکی تھی مگر سوچ پر غلامی کی موٹی زنجیریں چڑھ گئی تھی۔ اس کا ہر فیصلہ دوسروں کو کرنا تھا دوسروں کی مرضی میں ہی اپنی ہاں شامل کرنی تھی۔"[12] اگرچہ علیزہ کی آزادی اور مرضی ختم ہو چکی تھی اس کے باوجود علیزہ خوش تھی کیوں کہ وہ جانتی تھی کہ ہمارے سماج میں بڑھتی عمر کی لڑکیوں کا دلہن بننے کا خواب کم ہی پورا ہوتا ہے۔ اکثر لڑکیاں آنکھوں میں خواب سجائے مایوسی کے اندھیروں میں گھوم ہو جاتی ہیں۔ مگر قدرت نے علیزہ کو یہ موقع فراہم کیا تھا کہ وہ اپنے خواب کو حقیقت ہوتا ہوا دیکھیں۔

"علیزہ نے مایوسی اور تنہائی کے ایک ایسے دور سے گزر رہی تھی پھر فرحان مرزا اس کی زندگی میں اچانک رنگوں کی بہار بن کر آیا۔ زندگی کی دھوپ چھاؤں سے گزرتی ہوئی تنہا ہی ہر نشیب و فراز کو چپ چاپ کسی طرح طے کرتی جارہی تھی۔ مگر آج کا دن اس کے لئے اہم تھا۔ اس کے بوسیدہ ہوتے ہوئے خواب جو ادھورے رہ گئے تھے اور جن کے پیچ وقت کی گرداب میں پھنس کر دل کی شاخ سے ٹوٹ کر زمین کی ریتلی مٹی میں گم ہو گئے تھے۔ خوابوں کی یہ چٹکی کی علیزہ کی فکر کو دیمک کی طرح چاٹ رہی تھی۔ لوگ کہتے ہیں کہ بڑھتی عمر کے ساتھ عورت جاگتی آنکھوں سے خواب دیکھنا بند کر دیتی ہے۔ مگر علیزہ کے ساتھ ایسا نہیں ہوا۔"[13]

علیزہ کی شادی فرحان مرزا سے ہوئی اور رخصت ہو کر مرزا گھرانے میں منتقل ہوئی۔ مرزا فیملی میں عورت کی کیا قدر و قیمت تھی اس کا اندازہ علیزہ کو جلد ہوا۔ سسرال میں علیزہ کے ساس سسر کے علاوہ فرحان مرزا کا کزن اعیان بھی تھا جس کے ماں باپ اس دنیا میں نہیں تھے۔ اعیان مرزا کو فرحان کے والدین نے پالا تھا مگر فرحان نے ہمیشہ اس کو اپنا حریف اور اپنے حق میں شریک سمجھتا تھا۔ علیزہ جب پہنچی تو اس کو محسوس ہوا کہ سسرال میں اس کو تمام رشتے مل گئے جن کی اس کی زندگی میں کمی تھی۔ اور فرحان اس کی زندگی میں بہار بن کر آیا۔ مگر بہت جلد اس کو یہ احساس ہوا کہ زندگی کی حقیقتیں بڑی تلخ ہیں۔ علیزہ کی ساس کی زندگی بڑی گھٹن تھی گھر میں ایک خاموش خدمت گار سے زیادہ حیثیت نہ تھی۔ ان کا کام صرف شوہر کا

حکم بجالانا اور بچوں کی پرورش کرنا تھا۔ فرحان کے والد نے زندگی میں کبھی اپنے گھر بیوی بچوں پر توجہ نہیں دی تھی کبھی گھر کی ذمہ داری نہیں اٹھائی تھی۔ اس لیے فرحان کی والدہ نے ہمیشہ گھر اور بچوں کی ذمہ داری خود اٹھائی مگر شوہر کی بے راہ روی پر کبھی آواز نہ اٹھا سکی۔

"جب انہوں نے اس حویلی کی دہلیز پر قدم رکھا تو دادا صاحب کا دبدبہ تھا اور دادا صاحب کے بعد شوہر کی بے راہ روی۔۔۔ ان کے اندر سیلن زدہ اداسی بھر گئی اور اپنی اس اکیلے دنیا میں انہوں نے خاموش سمجھوتا کر لیا ان کے لیے زندگی تار عنکبوت بن چکی تھی تین تین بچوں کی پرورش اور گھر کی ذمہ داریاں اکیلی ہی سنبھالتی اور ٹوٹ گئی۔"[14]

فرحان مرزا نفسیاتی طور پر کمزور تھا اور اپنے کزن اعیان سے بچپن سے احساس کمتری کا شکار تھا اور اپنی ماں کی محبت کو اعیان کے ساتھ تقسیم پر کبھی راضی نہ تھا تو جب علیزہ نے اس کے گھر پر قدم رکھا تو اعیان کی صورت میں اس کو ایک چھوٹا دیور مل گیا جس کو اس نے چھوٹا بھائی سمجھا۔ مگر فرحان کو کسی طرح یہ منظور نہ تھا وہ اعیان اور علیزہ کے تعلقات پر ہمیشہ شک میں مبتلا رہا۔ فرحان کی اس ادھوری اور ٹوٹی ہوئی شخصیت کا سبب اس کا باپ تھا کیونکہ بچوں پر والدین کی شخصیت کا اثر پڑتا ہے۔ بچپن سے گھر میں والدین جس طرح بچوں کی تربیت کرتے ہیں بڑے ہو کر معاشرے میں وہ اسی طرح کا برتائو کرتے ہیں۔ فرحان مرزا پر باپ کی تربیت کا اثر تھا کہ اس نے کبھی عورت کی عزت کرنا نہیں سیکھا تھا وہ ایسے ماحول میں پلا تھا جہاں اس کا باپ بے راروی کا شکار تھا اپنے برے دوستوں کی صحبت میں رہتا تھا اور ساتھ ہی فرحان مرزا کو بھی اپنے انہی دوستوں کی محفلوں میں لے جایا کرتا تھا جہاں جب عورتوں کی بات ہوتی تھی تو وہ اسے پاؤں کی جوتی سمجھتے تھے۔ ایسے مردوں کی محفل میں فرحان مرزا کی تربیت ہوئی تھی جہاں عورت دنیا کی سب سے بدترین مخلوق تصور کی جاتی تھی ایک مرتبہ بچپن میں فرحان مرزا کے والد کے دوست فرحان مرزا کو گود میں رکھے ہوئے عورتوں کی تعریف کچھ اس طرح سے فرما رہے تھے۔

"کسی بات پر ابی اور ان کے دوستوں کے بیچ بحث ہو رہی تھی راحت چچا پر جوش لہجے میں بولے ،،عورتیں تو مردوں کی پیر کی جوتیاں ہوتی ہیں یہ تو ہم شاعروں نے تخیل میں انہیں چڑھا چڑھا کر سر پر بٹھا لیا ہے اب موتیں گی تو منھ پر نہ آئے گا تو کہاں جائے گا۔"[15]

عورت کو پاوں کی جوتی سمجھنے والے ماحول میں پلنے والے فرحان مرزا نے کبھی اپنے باپ کو بیوی کی عزت کرتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ اس لیے اس نے بھی کبھی علیزہ کو عزت نہیں دی۔ بلکہ علیزہ کی زندگی بڑے کرب اور عذیت سے گزر رہی تھی۔ اکثر اوقات فرحان کے کمرے سے روئی کوٹنے جیسی آوازوں کے ساتھ سسکنے کی آوازیں بھی آتی تھی۔ فرحان مرزا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا تھا جہاں وہ اعیان اور علیزہ پر شک وشبہ کا اظہار نہ کرتا۔ پھر ایک دن اچانک اس کے والد کی طبیت کی خرابی کی وجہ سے گاوں جانا پڑا۔۔ فرحان کی واپسی سے قبل اعیان مرزا کا ایکسیڈنٹ ہوا اور جس وقت فرحان مرزا نے گھر میں قدم رکھا اپنی بیوی کو اپنے بھائی کی مرہم پٹی کرتے ہوئے دیکھا تو نہ اؤ نہ تاؤ اس نے بیوی پر ایک زناٹادار طمانچہ مار کر طلاق طلاق طلاق الفاظ ادا کر دیے۔

"اس کے کانوں میں اعیان کی کراہ گرم سانسیں بن کر سیسہ پگھلا رہی تھی شلوار قمیض میں ملبوس اس کی بیوی اس سے برہنہ نظر آ رہی تھی یک لک وہ آگے بڑھا اور پیچھے سے اس نے علیزہ کے بالوں کو مٹھیوں میں جھگڑ کر اس کا منہ اپنی طرف گھمایا اور ایک بھرپور زناٹے دار تھپڑ اس کے گال پر مارا بد بخت عورت میں تجھے طلاق دیتا ہوں طلاق دیتا ہوں طلاق دیتا ہوں،،[16]

اور جب اس کے سامنے صحیح صورتحال واضح ہوئی تو وہ اپنے منہ پر تھپڑ مار رہا تھا اور علیزہ فرش پر بے ہوش پڑی تھی اور اعیان مرزا اپنے حواس کھو بیٹھا تھا۔ یوں نفسیاتی مسائل شکار ایک شکی مرد نے اپنی بے گناہ اور پاک باز بیوی کو محض اپنے شک کی بنیاد پر اپنی زندگی سے اپنے رشتے سے آزاد کر دیا۔ شائستہ فاخری نے ایک ہی نشت میں دی جانے والی تین طلاقوں کے بعد کی صورت حال، مرد کے اختیار اور عورت کی تذلیل اور استحصال کو پیش کیا ہے۔ کیونکہ بنیادی تصور یہی ہے کہ اسلام میں طلاق کا حق مرد کے پاس ہے

۔ مگر اس کا استعمال کب کیا جائے۔ اسلام تو کہتا ہے کی طلاق کا استعمال وہاں کیا جاے جہاں میاں بیوی کے درمیان صلح صفائی کی کوئی گنجائش نہ ہو، نیز اسلام میں طلاق فی ذاتہ حلال اور جائز ہے تاہم اللہ تعالیٰ نے طلاق کو ناپسندیدہ فعل قرار دیا ہے جس کے سرزد ہونے پر عرش الٰہی کانپ اٹھتا ہے۔ مگر جہاں مرد محض اس بنیاد پر کہ اللہ نے طلاق کا حق اس کو دیا ہے اور وہ بات بات پر بیوی کو طلاق کی دھمکی دیتا ہے یہ درحقیقت قہر الٰہی کو دعوت دے رہا ہوتا ہے نیز مردوں کی اسی روش سے دنیا بھر میں بالخصوص برصغیر کے مسلمان معاشرے میں عورت کی تذلیل ہوتی ہے۔ شوہر پل پل میں بیوی کو طلاق کی دھمکی دیتا رہتا ہے یہاں تک اکثر مرد حضرات اس بات کا بھی خیال نہیں رکھتے ہیں کہ اس طرح کے رویے سے اولاد پر کیا اثرات مرتب ہوں گے۔ اولاد اور گھر والوں کے سامنے اپنی بیوی کو طلاق کرنے کی دھمکی دیتا رہتا ہے۔ عورت کی تذلیل کرنے کی یہ روش برصغیر کے مسلمان معاشرے میں بہت زیادہ ہے۔ شوہر اسلام کا دیا ہوا طلاق کی طاقت کے سوء استفادہ تو کرتا ہے اور اپنی بیوی کی تذلیل کرتا رہتا ہے لیکن اسی مرد کو اس بات کا کبھی خیال نہیں رہتا ہے کہ اسلام نے بطور بیوی عورت کو بھی بہت زیادہ حقوق دئے ہیں۔ شرعی اعتبار سے عورت پر واجب نہیں ہے کہ وہ مرد کے گھر والوں کی خدمت کریں یہاں تک شریعت کا حکم ہے کہ اگر عورت چاہیے تو اپنی اولاد کو دودھ پلانے کا وظیفہ تک طلب کر سکتی ہے۔ چونکہ ہمارا معاشرہ مرد اساس (Male Dominated) ہے اس لئے عورت اپنے جائز حقوق تک بھی طلب نہیں کر سکتی ہے۔ اگر ہم طلاق کی بات کریں تو مرد نہ صرف زبانی اور شفوی اعتبار سے اپنی بیوی کی تذلیل کرتا رہتا ہے بلکہ بدون کوئی خاص وجہ کے بیوی کو طلاق بھی دے دیتا ہے۔ برصغیر کے مسلم معاشرے میں اس سلسلے میں ایک بڑی قباحت یہ بھی ہے کہ مرد غصے میں اگر بیوی کو طلاق دے دیتا ہے اور پھر بیوی کو چھوڑنا بھی نہیں چاہتا۔ چونکہ مسلمان فقہاء کی اکثریت کے نزدیک فجاۃ غصے میں بھی طلاق ہو جاتی ہے لیکن مرد اس طلاق کی صحت سے انکار کرتا ہے۔ اکثر اس طرح کے واقعات ہمارے معاشرے میں رونما ہوتے ہیں۔ دونوں فریق آپس میں الجھ جاتے ہیں طلاق واقع ہوئی ہے یا نہیں ہوئی ہے لیکن نتیجتا اکثر عورت کا ہی نقصان ہوتا ہے۔ اس گھمبیر صورت حال میں

عورت کی بہت زیادہ توہین اور تذلیل ہوتی ہے اگر وہ شوہر کے ساتھ رہے تو تہمت لگادی جاتی ہے کہ وہ شوہر کے لئے حرام ہوئی ہے یہاں تک کہ میکے کی طرف سے بیوی کی جان کو خطرہ ہوتا ہے اور اگر وہ اس کو طلاق سمجھ کر میکے چلی جاتی ہے تو شوہر کی طرف سے جان کو خطرہ لاحق ہوتا ہے۔ دونوں صورتوں میں عورت کا ہی استحصال ہوتا ہے۔ البتہ تاریخ کا مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام کے ابتدائی ادوار میں مسلمان معاشرے میں اس طرح کے مسائل زیادہ نہیں ہوتے تھے۔ اسلام کے ابتدائی دور میں عورت کو بہت تحفظ حاصل تھا۔ اس لیے کہ شادی بیاہ کے اخراجات مرد کے حوالے تھے۔ مہر سے سارے امور انجام پاتے تھے۔ پھر طلاق ہونے والی عورتوں کی شادی بھی آسانی سے ہوجاتی تھی۔ مگر برصغیر میں جہاں مسلمانوں اور ہندووں میں رسم ورواج غلط ملط ہوئے تو بہت سے اسلامی طور طریقے بھی تبدیل ہوئے۔ طلاق یافتہ اور بیوا کی شادی معیوب سمجھی جانے لگی، تو جہیز بھی عورت سے مانگا جانے لگا۔ شادی کے بہت سے اخراجات لڑکی پر پڑے۔ اب اگر مرد ایک ہی نشت میں عورت کو تین طلاقیں دے کر فارغ کردیں تو یہاں سراسر عورت کا استحصال ہے۔ کیونکہ مرد تو آرام سے دوسری شادی کرسکتا ہے لیکن عورت کے لیے سوائے ذلت اور پریشانی کے کچھ بھی نہیں ہے اور اگر مرد کا غصہ ٹھنڈا ہوجائے اور اس کو اپنی غلطی کا احساس ہوجائے تو وہ حلالہ کی پیش کش کرتا ہے جس میں پھر استحصال عورت کا ہے۔ شاید اس کی وجہ یہی ہے کہ حلالہ کا وہ نظریہ جو حضرت محمد ﷺ نے دیا تھا اس پر من وعن عمل ہوتا تو پھر یہ صورت حال پیدا نہیں ہوتی ہے کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے ایک مجلس میں تین طلاق کو ایک ہی طلاق قرار دیا تھا۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ طَلَّقَ رُكَانَةُ بْنُ عَبْدِ يَزِيدَ أَخُو الْمُطَّلِبِ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا فِي مَجْلِسٍ وَاحِدٍ فَحَزِنَ عَلَيْهَا حُزْنًا شَدِيدًا قَالَ فَسَأَلَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ طَلَّقْتَهَا قَالَ طَلَّقْتُهَا ثَلَاثًا قَالَ فَقَالَ فِي مَجْلِسٍ وَاحِدٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَإِنَّمَا تِلْكَ وَاحِدَةٌ فَارْجِعْهَا إِنْ شِئْتَ قَالَ فَرَجَعَهَا فَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَرَى أَنَّمَا الطَّلَاقُ عِنْدَ كُلِّ طُهْرٍ۔

عبد اللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب رکانہ بن عبدِ یزید رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دے دیں۔ پھر اس پر سخت دکھی اور غمگین ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا

کہ تو نے طلاق کس طرح دی ہے؟ اُس نے کہا: میں نے تینوں طلاقیں دے دے دی ہیں۔ آپؐ نے پوچھا: کیا ایک ہی مجلس میں دی ہیں؟ اس نے کہا: ہاں (ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دی ہیں) آپؐ نے فرمایا: یہ تو ایک ہی طلاق ہوئی ہے۔ تو چاہے تو اس سے رجوع کر لے۔ تو اس نے رجوع کر لیا، اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی رائے تھی کہ طلاق صرف ہر طہر ہی میں دینی چاہیئے۔"[17]

البتہ اس نظریہ کے قائل اہل حدیث، اہل تشیع اور احناف کے بعض فقہاء ہیں جبکہ مسلمانوں کی اکثریت ایک مجلس کی تین طلاق کو ایک کے بجائے تین طلاق ہی تصور کرتی ہیں۔ اول الذکر نظریے کو قبول کرنے پر حلالہ کے اطلاقی پہلو میں عورت کی استحصال ہونے کے امکانات بہت کم ہو جاتے ہیں لیکن اخر الذکر نظریہ کو تسلیم کیا جائے تو پھر عورت کے استحصال کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔ ایسی صورت میں ایک طرف عورت نان و نفقہ سے محروم ہو جاتی ہے تو دوسری طرف اگر مرد اور عورت دوبارہ ایک ہونا چاہے تو عورت کو حلالہ کے عمل سے گزرنا پڑتا ہے جس میں ساری ذلت عورت کی ہے۔ شائستہ فاخری نے اپنے ناول میں حلالہ کی اسی کیفیت کو بیان کیا ہے جس سے ناول کی مرکزی کردار کو گزرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ اس کے شوہر فرحان مرزا نے غصے میں اکر بیوی کو طلاق تو دے دیا لیکن اب مرزا گھرانے کی عزت بچانی ہے اور اس عزت کو بچانے کے لیے اس نے ایک بار پھر عورت کو کاٹ کی پتلی کی طرح استعمال کرنے کا فیصلہ کیا یعنی وہ راستہ اختیار کیا جو بظاہر شریعت اسے دیتی ہے مذہب اسلام اس کو دیتا ہے۔ یعنی حلالہ۔ فرحان مرزا جانتا تھا کہ اس نے طلاق جنون میں آ کے دیا ہے غصہ تھا۔ ایک شیطانی فعل کے تحت اس سے یہ شیطانی عمل سرزد ہوا ہے لیکن علیزہ پہلے بھی اس کی بیوی تھی اور اب بھی اس کی بیوی ہے اور ہمیشہ اس کی بیوی رہے گی کوئی اس سے چھین نہیں سکتا۔ گویا عورت مرد کی ملکیت ہے وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ علیزے کو دوبارہ حاصل کرنے کا واحد راستہ اس کے پاس حلالہ ہے اور اب وہ اس کو عملی جامہ پہنانے کے لیے کسی بھی حد تک جا سکتا ہے۔ اس عمل میں علیزہ کی مرضی کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ اس سے کوئی نہیں پوچھ رہا ہے کہ کیا وہ فرحان مرزا کے ساتھ دوبارہ رشتہ جوڑنا چاہتی ہے حلالہ جیسے عمل سے گزرنا چاہتی ہے جس نے چند ساعتوں میں اس

کو بلندی سے پستی کی طرف دھکیل دیا ہے۔ اس کا مان توڑا ہے اس کی روح کو زخمی کیا ہے۔ فرحان مرزا نے آپ ہی آپ فیصلہ کر ڈالا اور اپنے وہ بھائی جس کو علیزہ پر تعنہ دیا اور علیزہ کو طلاق کی اذیت سے دوچار کر دیا تھا۔ جب مرد کی بقا اور عزت کی بات آئی تو دشمن بھی ایک ہوئے اور فرحان نے اعیان کو حلالہ کے لیے تیار کر لیا۔ اعیان کو اس فعل پر افسوس بھی ہے اور علیزہ کے ساتھ ہونے والے عمل پر شرمندگی بھی، وہ چاہتا ہے کہ علیزہ فرحان سے دوبارہ نکاح نہ کریں اور اس کو چھوڑ دیں۔ مگر فرحان کے رشتے کا خیال کرتے ہوئے وہ اخلاقی جرات کا مظاہرہ نہ کر سکا کہ وہ فرحان کے اس غیر اخلاقی اقدام کی مذمت کرتا اور علیزہ کے حق میں آواز بلند کرتا۔

"اعیان خاموشی سے سب کچھ دیکھتا رہا۔ کیونکہ وہ فرحان سے حد درجہ ناراض تھا۔ اس کی حرکت پر بھی اور خود کو اپنے ساتھ ناکردہ احساس گناہ میں گرفتار کرنے کے لیے بھی۔ اس نے ایک طرف عورت کی زندگی برباد کی، پھر حلالہ کا فتنہ چھڑ کر نہ صرف اسے برباد کرنے پر تلا۔ بلکہ ایک عورت کے ساتھ کھلونے کی طرح کھیل رہا ہے۔ مذہب کی آڑ میں ایک گھنائونا تماشا کر رہا ہے۔ اس نے چھپکے چھپکے کئی مولویوں سے رابطہ بھی کیا ہے۔ اور حلالہ کے مسئلے پر تحقیقات بھی کی۔ شریعت میں بھی عورت کو کہیں سے کمزور ہونے نہیں دیا۔ اگر مرد کو حلالہ کرنے کی اجازت ملی ہے تو عورت کو اپنی مرضی سے ہاں یا نہ کہنے کا اختیار بھی حاصل ہے۔ وہ دل سے چاہتا تھا کہ وہ خود علیزہ سے بات کرے اور پوچھے کہ کیا وہ فرحان جیسے مرد کے ساتھ رہنا بھی چاہتی ہے یا نہیں۔ اور اگر نہیں رہنا چاہتی تو وہ حلالہ کے پھندے میں اپنی گردن کیوں پھنسائے۔۔۔ اسے اپنی اور ذات سے گھن آرہی تھی۔ جو فرحان جیسے ناقص اور جنونی مرد کے آگے ایک لجلجا کردار بن گیا تھا۔"[18]

علیزہ جس کے ہوش و حواس طلاق کے الفاظ کے ساتھ ہی اڑ گئے تھے۔ اور اس کا اپنا تو کوئی تھا ہی نہیں۔ ایک دوست ڈاکٹر تانیہ تھی جو اس کی ہمدرد تھی مگر اپنی مصروفیات کی وجہ سے علیزہ کی خبر نہیں لے سکی۔ ساس سسر گائوں میں رہتے تھے اور بڑاپے کی وجہ سے حالات سے ناواقف تھے۔ اس لیے میدان

فرحان اور اعیان کے لیے خالی تھا۔ انھوں نے علیزہ کو گھر کے ایک کمرے میں عدت گزارنے کے لیے چھوڑ دیا۔ اور ماسی کے ذریعے اس کی دیکھ بھال کرتے۔ تین ماہ کی تنہائی علیزہ پر قیامت ڈھا گئی۔ وہ ذہنی مریضہ بن گئی جس کے اعلاج کے لیے ماہر نفسیات سے رجوع کیا گیا۔ ڈاکٹر عسکری اصل صورت حال سے تو ناواقف تھے، انھوں نے علیزہ کی حالت پر استفسار کیا تو ذاتی معاملہ کہہ کر ٹال دیا گیا۔ ان کے اعلاج سے علیزہ کی حالت بہتر ہوئی۔

"فرحان اور اعیان خوش تھے کہ علیزہ ایک نارمل عورت کی طرح برتاؤ کرنے لگی تھی۔ اس نے اس سچ کو تسلیم کر لیا تھا کہ فرحان اس کا شوہر ہے جس نے غلط فہمی کی بنیاد پر حالت جنون میں اسے طلاق دیا تھا۔ وہ اپنی غلطی پر نادم ہے اور اپنے کئے پر اسے بہت پچھتاوا ہے اس لیے وہ پھر سے اس کے ساتھ اپنی ازدواجی زندگی شروع کرنا چاہتا ہے۔ اس لیے اسے اعیان کے ساتھ حلالہ کرنا ہے۔ یعنی ایک ایسا وقتی نکاح جو شب بسری کے بعد ہی اسے پھر سے اس لیے طلاق دے دیا جائے گا تاکہ وہ فرحان کے لیے حلالہ بن جائے۔ یہ طلاق اعیان دے گا۔ ایک بار پھر اسے تین مہنے کی عدت گزارنی ہو گی، اس کے بعد اپنے سابقہ شوہر فرحان مرزا کے ساتھ ازدواجی زندگی تجدید ہو سکے گی۔" [19]

پھر وہ وقت بھی آیا کہ عدت پوری ہوئی اور علیزہ اور اعیان کے نکاح کی تیاری کی گئی۔ فرحان مرزا نے خود ہی مولوی اور گواہوں کا انتظام کیا اور شام کے وقت نکاح پڑھوایا گیا۔ تینوں افراد کے دل و دماغ میں ایک طوفان برپا تھا۔ ایک طرف فرحان تھا جس نے اپنی بیوی کو اپنے سامنے کسی اور مرد کو حوالے کیا تھا اور وہ اس درد کو بیان نہیں کر سکتا۔ دوسری طرف اعیان ہے جس نے اپنی کنواری زمین میں کسی اور کے لیے قربانی دی ہے نہ کوئی جذبہ ہے نہ کوئی احساس۔ بلکہ احساس جرم میں گرفتار ہے۔ علیزہ ایک بار پھر امتحان میں پڑ چکی تھی۔

"مغرب کی نماز کے بعد نکاح ہو چکا تھا۔ قاضی اور گواہ چلے گئے اور علیزہ خاموشی سے بستر پر لیٹ گئی۔ اس نے کمرے کی لائٹ آف کر دی کہ اس وقت اس کی آنکھوں میں روشنی چبھ رہی تھی۔ باہر کی

لائٹ کی چھن چھن کر کمرے میں آرہی تھی۔ عارضی نکاح کے تین بول کے ساتھ ہی ایک بار اس کی ذہنی کیفیت تار تار ہو رہی تھی۔ اس کی فکر آوارہ پرندے کی پرواز ہو رہی تھی،،[20]

اعیان مرزا اگرچہ فرحان کے اس اقدام سے راضی نہیں تھا مگر وہ بھی ایک مرد تھا اس کو جب موقع ملا تو اس نے اپنی مردانگی کا برپور مظاہرہ کیا۔ بلکہ اس نے فرحان کا غصہ بھی علیزہ پر نکالا۔ علیزہ نے اعیان سے نکاح کے بعد ڈاکٹر تانیہ کو آگاہ کرنے کی پوری کوشش کی مگر ڈاکٹر تانیہ سے اس کا رابطہ نہ ہو سکا۔ کیونکہ وہ اعیان کو بطور شوہر تسلیم نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے اس کو دیور کے روپ میں دیکھا تھا۔ کبھی اس کو چھوٹا بھائی سمجھا تھا۔ اور آج وہ اس کے سامنے ش وہر بن کر کھڑا تھا۔

”اعیان سے نکاح ضرور ہوا تھا مگر اس نے اسے کبھی شوہر کی نظر سے نہیں دیکھا تھا اور جو شوہر نہ ہو اس کے سامنے اپنا بدن کھولنا جیتے جی عذاب کو اوڑھنے جیسا تھا۔ وہ کرے تو کیا کرے۔ اس نے دن ہی سے کمرے میں بند کر رکھا تھا۔ اعیان اور فرحان۔۔ فرحان اور اعیان۔۔۔۔ دو مرد۔۔۔ دو انسانی وجود۔۔۔ دونوں کا مقصد ایک۔۔۔ اور علیزہ اس مقصد کی تکمیل کا ایک چھوٹا سا مہرہ،،[21]

اعیان نے وہی کیا جو اس کو کرنا تھا۔ اس نے اپنے بھائی کی خواہش کی تکمیل کی۔ ایک مرد کو فائدہ دیا۔ اور ایک عورت کا استحصال کیا۔ علیزہ نے اس سے پہلے کہ اعیان کی ہوس کا نشانہ بننے ،ڈاکٹر تانیہ سے رابطے کی بہت کوشش کی مگر اس کا رابط نہ ہو سکا اور اس کے ساتھ وہ ہوا جس کے لیے وہ تیار نہیں تھی۔ اعیان بھی فرحان سے کسی طرح پیچھے نہ تھا۔ جب اس کو موقع ملا تو اس نے علیزہ کے ساتھ کوئی رعایت ، کوئی لحاظ، کوئی مروت، کسی پرانے رشتے کا احساس نہیں کیا۔ اپنی مردانگی کا برپور مظاہرہ کر کے بڑی بے دردی کے ساتھ طلاق کے تین بول ادا کے ایک بار پھر زندگی کی بے رحم موجھوں کے رحم و کرم کے حوالے کر دیا تھا۔ جو کام فرحان مرزا نے غصے اور نفرت سے انجام دیا تھا وہی کام اعیان نے بے زاری اور بے نیازی سے انجام دیا تھا۔ یعنی ہر حوالے سے مرد ہی طاقتور اور با اختیار تھا اور عورت بے بس۔ مگر اسی لمحے ڈاکٹر تانیہ گھر داخل ہوئی اور علیزہ کی حالت زار پر دونوں مردوں پر لعنت کی اور علیزہ کو اپنے گھر لے گئی

پھر علیزہ نے اعیان اور فرحان کو اگلاہ موقع دینے کے بجائے مرد کے سائے سے دور ایک خود مختار زندگی گزارنے کا فیصلہ کر چکی جس میں نہ اعیان تھا اور نہ فرحان۔

نتائج: تحقیق ہذا سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں۔

1۔ مسلم معاشرہ بالخصوص برصغیر کے اندر جس عورت کا کوئی والی و وارث نہ ہو اس کو باعزت طریقے سے زندگی گزارنے کا حق نہیں دیا جاتا ہے۔

2۔ طلاق دینے کا اختیار اسلام نے مرد کو دیا ہے اس حق کو مرد استعمال میں لاتے ہوئے عورت کا استحصال کرتا ہے جبکہ عورت کو استحصال میں آواز بھی بلند کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

4۔ عورت کو اگر حلالہ سے گزارا گیا ہے تو اگلے مرحلے میں عورت کو اپنے پہلے والے شوہر سے نکاح پر مجبور نہیں کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ قرآنی حلالہ کا مفہوم اور فلسفہ یہی ہے کہ عورت ازدواجی زندگی کا ایک نئے سفر کا آغاز کرنا جا رہی ہے اس لئے اس کی رضامندی کے بغیر ایسا نہیں ہو سکتا ہے۔ اس لئے حلالہ کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہوا کہ عورت کا پہلے والے شوہر سے شادی پر حلالہ کے سفر کو پایہ تکمیل کو پہنچایا جائے۔ اس ناول میں حلالہ کے اس روش پر تکمیل کی نفی کی گئی ہے بلکہ عورت سابقہ شوہر سے نکاح کے بجائے یہ فیصلہ کیا کی وہ مرد کے سائے سے دور ہو کر ایک آزاد اور خود مختار زندگی گزارے گی اور دوبارہ نکاح کے عمل سے نہیں گزرے گی۔ کیونکہ پہلے ہی نکاح، پھر طلاق اور پھر حلالہ کے ذریعے اس کی عزت نفس کو بہت زیادہ مجروح کیا گیا ہے اس لیے وہ دوبارہ مرد کو موقع نہیں دیتی ہے کہ وہ ایک بار پھر اس کی تذلیل کریں۔

5۔ اس ناول میں عورت کو حلالہ کے بعد ایک نئی زندگی کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھایا گیا ہے ایک ایسی عورت جس کو زندگی بھر یہ باور کرایا گیا تھا کہ مرد کے بغیر جینا محال ہے۔ مرد کی غلامی لازمی ہے۔ جب اسی عورت کو دو مردوں نے محض ایک کٹھ پتلی کے طور پر اپنے مقاصد کی تکمیل

کے لیے حلالہ کے عمل سے گزارا تو اس کے اندر ایک نئی عورت نے جنم لیا جس نے مرد کی بالادستی اور حاکمیت کو تسلیم کرنے کے بجائے آزاد اور خودمختار زندگی کو ترجیح دی۔

تجاویز:

مقالہ ہذا میں سماج کے ایک اہم مسئلہ پر اکیسویں صدی کا ایک اہم ناول کے تناظر میں سیر حاصل گفتگو ہوئی ہے۔ مسلم معاشرے کے عائلی مسائل میں سے حلالہ ایک اہم مسئلہ ہے جس پر بہت گفتگو اور تحریر و تقریر ہوتی رہی ہے لیکن اس کے باوجود یہ مسئلہ ابھی تک حل طلب ہے۔ شرعی و فقہی اعتبار سے اس پر بہت مواد موجود ہے لیکن ادبی تناظر میں اس پر تحقیق نہ ہونے کے برابر ہے۔ چونکہ ادبی روش میں اگر سماجی و عائلی مسائل اور اس کا حل پیش کیا جائے تو اس کا عملی اثر بہت زیادہ ہوتا ہے۔ اس لئے امید ہے کہ یہ تحقیق بھی سماج میں اس مسئلے کے حل میں مددگار ثابت ہوگی اور حلالے کے پس منظر میں عورتوں کے استحصال میں کمی واقع ہوگی۔ مسلم معاشرے میں حلالہ کا رواج پاکستان، ہندوستان اور بنگلہ دیش میں زیادہ موجود ہے۔ جس سے ان ممالک میں عورت کی عزت و آبرو اور تقدس بہت زیادہ پامال ہوجاتا ہے۔ درحالانکہ اسلام نے دیگر مذاہب کے مقابلے میں عورت کو بہت زیادہ مقام دیا ہے۔ وراثت میں حصہ داری، طلاق کے بعد دوسری شادی میں آزادی، خلع لینے کی اجازت وغیرہ کے وہ شرعی نظریات ہیں جس کی بنا پر عورت کا مقام عملی زندگی میں بہت بلند ہوتا ہے لیکن بدقسمتی سے مذکورہ بالا تینوں مسلم ممالک کے بعض معاشروں میں عورت کو کم درجہ مخلوق کی حیثیت دی جاتی ہے۔ اس لئے کچھ تجاویز پیش خدمت ہیں۔

1. حلالہ کی شرعی و فقہی اعتبار سے نئی تعبیر و تشریح کرنا لازمی ہے تاکہ اسلام کے مقدس نام سے اس کا غلط استعمال کو روکا جاسکے۔
2. معاشرے میں حلالہ کی غلط روش جس سے عورت کی توہین و تحقیر ہوتی ہے اس پر علما کی راہنمائی میں ایسی قانون سازی کی جائے تاکہ اس غلط روش کا سدو باب کیا جاسکے۔

3. سماج میں موجود حلالے کے نام سے موجود اس غلط رواج کو ختم کرنے کے لئے ادبا کو اپنی تحریروں کے ذریعے اس کے خلاف آواز بلند کرنی چاہئے۔

4. حلالہ سے متعلق تمام ضمنی موضوعات پر تحقیق مقالے لکھنے کی ضرورت ہے تاکہ معاشرے میں اس کے بارے میں فہم عام پیدا ہو سکے۔

5. عورتوں کو بھی حلالہ جیسے فقہی و شرعی حکم کے بارے میں آگاہی دینے کی ضرورت ہے تاکہ عورت کے خلاف اس روش کا استعمال کم سے کم کیا جاسکے۔

حوالہ جات وحواشی:

---

[1] ممتاز احمد، ڈاکٹر، اردو ناول کے ہمہ گیر سروکار، کراچی، فکشن ھائوس، سن، ندارد، ص۱۲۸

[2] پوری، ڈاکٹر اسلم جمشید، اکیسویں صدی میں اردو ناول، مرتب از ڈاکٹر نعیم انیس، کلکتہ: دی مسلم انسٹیٹوٹ، 2016، ص23

[3] قومی آواز، فہمی، جمال عباس، شائستہ فاخری، فکشن نگاری میں نسائی احتجاج کی آواز، ۵، ۹، ۲۰۲۳،

[4] نعیم انیس، اکیسویں صدی کا اردو ناول، ص ۱۰۱

[5] ایضا، ص ۳۷

[6] القرآن: 2/230

[7] القادری، طاہر، عرفان القرآن، لاہور: منہاج القرآن پبلیکیشنز، ۲۰۰۵، سورہ بقرہ، آیت ۲۳۰

[8] مسلمان خاندان اسلام کی آغوش میں، ج1، ص114، جامع الکتب الإسلامیۃ، کراچی

[9] دارالافتاء اہلسنت، 25 ذوالقعدۃ الحرام 1433ھ، 13 اکتوبر 2012ء

[10] سنن الترمذي، تالیف: محمد بن عیسی الترمذي، تحقیق أحمد شاکر وغیرہ، الناشر: شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابي الحلبي، الطبعۃ الثانیۃ، 1395ھ- حدیث 1119

11 مودودی، سید ابو الا علیٰ ، تفہیم القرآن ، ، لاہور: ادارہ ترجمان القرآن (پرائیویٹ) لمیٹڈ ، 2014، ج1، ص 176،177

12 فاخری، شائستہ، نادیدہ بہاروں کے نشان، دھلی: عفیف پرنٹرس، 2013، ص23

13 ایضا، ص

14 ایضا، ص نمبر34

15 ایضا، ص37

16 ایضا، ص73/74

17 احمد ابن حنبل، مسند امام احمد ابن حنبل، مترجم: محمد ظفر اقبال، لاہور: مکتبہ رحمانیہ، ج2، حدیث نمبر2387

18 ایضا، ص۸۷

19 ایضا، ص۹۸

20 ایضاص، ۹۹

21 ایضا، ص، ۱۰۷